بحث و نظر

اِنسدادِ مُنکرات بِالیَد

جناب محمد نواز صاحب

ترجمان القرآن میں " انسدادِ منکرات بِالیَد " کے موضوع پر آپ کے گرانقدر اور فکر انگیز ارشادات بے حد مفید ہیں۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر بڑا اہم فریضہ ہے، مگر اس کے بارے میں بڑا انتشارِ فکر پایا جاتا ہے۔ موجودہ دور میں جب کہ سارے کرۂ ارض پر طاغوت چھایا ہوا ہے، اس بات کی شدید ضرورت تھی کہ اس فریضہ کی اہمیت کو اجاگر کیا جاتا، اس کے صحیح مفہوم کی تلقین کی جاتی، مگر ہو یہ رہا ہے کہ طاغوت کا تسلّط تو جوں کا توں برقرار رہے اور اس کے ظلِّ سلطانی میں انسدادِ منکرات کی ادھوری، ناقص اور بے نتیجہ و بے جان قسم کی مساعی بروئے کار لائی جائیں۔

حقیقت یہ ہے کہ خطۂ ارضی پر طاغوت کا ہمہ گیر غلبہ ہی دراصل سب سے بڑا منکر ــ المنکر ــ ہے۔ منکرات کا سارا کنبہ و قبیلہ اسی منکرِ اعظم کا پیدا کردہ ہے۔ نہی عن المنکر کا جو حکم دیا گیا ہے، اس سے مراد بھی اسی منکرِ اعظم یا طاغوت کی سرکوبی ہے۔ اگر اس المنکر کو ناقابلِ تسخیر سمجھ کر یا اس کی سرکوبی کے کام کو مشکل اور صبر آزما جان کر اس سے صرفِ نظر کر کے صرف سینما گھروں، جوئے خانوں وی، سی، آر کے مراکز اور شراب گھروں پر حملہ کر دیا جائے تو اس سے منکرات کا انسداد بالیدنہ ہو سکے گا۔

"نہی عن المنکر" کا حکم دراصل "امر بالمعروف" کے حکم کے ساتھ جڑا ہوا ہے۔ اگر "امر بالمعروف" پر عمل نہ ہو، محض نہی عن المنکر ہی پیشِ نظر رہے تو بات نہ بن سکے گی۔ پھر امر بالمعروف کا مفہوم بھی اُلجھ سا گیا ہے۔ عام طور پر "امر بالمعروف" کا ترجمہ "نیکی کا حکم کرنا" کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ ترجمہ امر بالمعروف کے پورے مفہوم پر حاوی نہیں۔ اِس کا ایک مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "معروف" یا "المعروف" کی مدد سے، اسے ذریعہ اور وسیلہ بنا کر "امر" کرنا۔ جیسے "استعینوا بالصبر والصلوٰۃ" میں صبر اور صلوٰۃ کی مدد اور وسیلہ سے مدد حاصل کرنے کی ہدایت دی گئی ہے۔ یا اعوذ برب الفلق یا اعوذ برب الناس یا اعوذ بکلمات اللّٰہ التامات..... میں ربّ فلق یا لوگوں کے پروردگار یا اللہ تعالیٰ کے کلماتِ تامہ کے وسیلہ اور مدد سے پناہ طلب کی گئی ہے یا "جہاد بالسیف" یا "جہاد بالقلم" جیسے جملے لکھے یا بولے جاتے ہیں، اُن کا مفہوم بھی یہ ہے کہ قلم یا تلوار کے ذریعے یا اُن کے وسیلہ اور مدد سے جہاد۔

قرآن مجید کو سمجھنے کے لیے عربی لغت اور کلامِ عرب بھی ضروری ہے، مگر اس سے کہیں زیادہ ضروری یہ بات ہے کہ قرآن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و اسوہ، صحابہؓ کے نقوشِ حیات اور تحریکِ اسلامی کی اس جدوجہد کی روشنی میں سمجھا جائے جس کی قیادت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپؐ کے بعد خلفائے راشدین نے کی تھی۔ اس کے بغیر فہمِ قرآن کے دروازے کھلتے ہی نہیں۔

امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور جماعتِ صحابہؓ ہی کو سب سے پہلے دیا گیا تھا۔ صحابہؓ کی جماعت ہی اس کی اوّلین مخاطب تھی اور سب سے پہلے اسی جماعت ہی نے اس حکم پر عمل کیا تھا۔ اس وقت جب یہ حکم نازل ہوا تھا صحابہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں ایک جماعت کی صورت میں ڈھل چکے تھے۔ سمع و اطاعت کا باقاعدہ نظام موجود تھا۔ یہ جماعت آزاد، خودمختار اور ذی اقتدار تھی۔ اس پر طاغوت کا کسی پہلو کوئی غلبہ و تسلط نہ تھا، بلکہ وہ طاغوت

کو زندگی کے ہر میدان سے بے دخل کر رہی تھی۔ اس جماعت پر معروف۔ المعروف۔ ہی کا غلبہ تھا۔ پھر صحابہ کرامؓ کی یہ جماعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دعا کا بھی مصداق بن چکی تھی جو ہجرت کے وقت آپؐ کی زبان پر تھی۔ یعنی رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا۔ مدینہ میں صحابہ "سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا" کی عملی تصویر بن چکے تھے۔ اسی مقتدر، ذی حشم، آزاد اور با اختیار جماعت کو جو "المعروف" سُلْطٰنًا نَّصِیْرًا کی قوت سے فیض یاب ہو چکی تھی، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ سونپا گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم منکرات کے بدترین ماحول میں مبعوث ہوئے تھے۔ اس ماحول میں آپؐ نے منکرات کو نہیں بلکہ صرف "المنکر" کے انسداد کو ہدف بنایا اس کے ساتھ ہی آپؐ نے صرف معروفات ہی کی تلقین نہیں کی بلکہ "المعروف" کے قیام اور اس کی اقامت پر اپنی پوری توجہ مرکوز کر دی۔ گویا آپ المعروف کی اقامت اور "المنکر" کے خلاف مسلسل جہاد فرماتے رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ انسدادِ منکرات سے پہلے "المنکر" کی سرکوبی اور المعروف کا قیام ازبس ضروری ہے۔ اور یہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی سنت اور اعلیٰ و اکبر اسوہ ہے۔

صاف اور عام فہم انداز میں اس بات کو یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ امر بالمعروف سے مراد دراصل ایک ایسے نظامِ اطاعت و حکومت کا قیام ہے جس میں قرآن و سنت کی بالادستی کو غیر مشروط طور پر اور بغیر کسی استثناء کے تسلیم کیا گیا ہو اور نہی عن المنکر سے مراد ایسے نظام کے خلاف صف آرائی، اور اس کی سرکوبی و انسداد ہے جس میں قرآن و سنت کی بالادستی کو تسلیم نہ کیا گیا ہو۔

"المنکر" کے غلبہ و تسلط کے سایہ میں اگر کہیں ایسی معروفات اور نیکیوں کا کوئی وجود موجود ہے جن سے المنکر کوئی خطرہ محسوس نہیں کرتا۔ بلکہ وہ اُلٹا ان پر راضی اور

مطمئن ہوتا ہے اور ان کی سرپرستی کرتا ہے۔ تو ایسی معروفات اور نیکیاں اس قوت و طاقت، اس کی درازیٔ عمر اور گدڑول میں اضافہ کا باعث بنتی ہیں۔ اس صورت میں ان معروفات اور نیکیوں کی حیثیت اُلٹا منکرات کی سی ہوگی۔ ان حالات میں جب کہ المنکر غالب و حکمران ہو، سنّت کا تقاضا یہ ہے کہ "انسداد منکرات" پر توجہ دینے کے بجائے "المنکر" کے استیصال پر محنت صرف کی جائے۔

اصل کام دراصل "فساد" کا انسداد ہے۔ فساد حقیقت میں اس صورتِ حال کا نام ہے جس میں کوئی بھی اجتماعی ہیئت گھر، خاندان، قبیلہ، حکومت، سیاسی جماعتیں یا معاشرہ ـــ اپنے آپ کو قرآن و سنّت کی پابندی سے آزاد کر لے۔ جب یہ صورت پیدا ہو جائے تو پھر ہر صاحبِ ایمان پر یہ لازم ہو جاتا ہے کہ وہ "اصلاح" کے لیے اُٹھ کھڑا ہو۔ حقیقی اصلاح کی واحد شکل صرف اور صرف یہ ہے کہ اس اجتماعی ہیئت سے قرآن و سنّت کی بالادستی تسلیم کرائی جائے اور اسے مجبور کر دیا جائے کہ وہ عملاً قرآن و سنّت کی پابندیوں کو قبول کرے۔ اس کے علاوہ فساد سے بچنے کی کوئی صورت ممکن ہی نہیں۔ فساد ہی کی یہ صورت حقیقت میں "منکرِ اعظم" اور اصلاح ہی کی یہ کوشش فی الواقع "معروفِ اکبر" ہے۔ "اصلاح" اور "فساد" کے اسی تصور پر سورۂ ہود (آیت نمبر ۱۱۶ ـ ۱۱۷ ـ ۱۱۸ ـ ۱۱۹) میں اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ میں تبصرہ فرمایا ہے:

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ۝ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ۝ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ۝ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ط وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ط وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ

لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝

"پھر کیوں نہ ان قوموں میں جو تم سے پہلے گذر چکی ہیں اہلِ خیر موجود رہے، جو لوگوں کو زمین میں فساد برپا کرنے سے روکتے ؟ ایسے لوگ نکلے بھی تو بہت کم، جن کو ہم نے ان قوموں میں سے بچا لیا، ورنہ ظالم لوگ تو انہی مزوں کے پیچھے پڑے رہے جن کے سامان انہیں فراوانی کے ساتھ دیئے گئے تھے اور وہ مجرم بن کر رہے۔ تیرا رب ایسا نہیں ہے کہ بستیوں کو تباہ کردے حالانکہ ان کے باشندے اصلاح کرنے والے ہوں۔ بے شک تیرا رب اگر چاہتا تو تمام انسانوں کو ایک گروہ بنا سکتا تھا۔ مگر اب وہ مختلف طریقوں ہی پر چلتے رہیں گے اور بے راہ رویوں سے صرف وہ لوگ بچیں گے جن پر تیرے رب کی رحمت ہے۔ اسی (آزادئ انتخاب و اختیار) کے لیے ہی تو اس نے انہیں پیدا کیا تھا۔ اور تیرے رب کی وہ بات پوری ہو گئی جو اس نے کہی تھی کہ میں جہنم کو جن اور انسان، سب سے بھر دوں گا۔" (ہود)

اِس موضوع پر سید مودودیؒ مرحوم و مغفور کا فکر بڑا واضح ہے۔ جماعتِ اسلامی کے دستور سے بھی اس پہلو پر کافی رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ یعنی یہ کہ منکرات کے شجر کی شاخوں سے اُلجھنے کے بجائے اس کے استیصال کے لیے اس کی جڑ اور بنیاد پر پے در پے ضربیں لگانی چاہئیں۔ اور المنکر کے انسداد کے لیے دوسرے ضمنی اور مقابلتاً غیر اہم کاموں پر قوتیں صرف کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

پاکستان کا نظامِ حکومت و سیاست منکرِ اعظم ہے۔ یہ نظام دو بنیادوں پر قائم ہے:

ا۔ ایک نظامِ تعلیم اور (ii) دوسرے دُنیا پرست قیادت۔

نظامِ تعلیم اس نظام کو تسلسل و دوام کی ضمانت مہیا کرتا ہے اور دُنیا پرست قیادت اس کے استحکام کا باعث بنی ہوئی ہے۔ دنیا پرست قیادت کی بالادستی

مروجہ نظامِ انتخاب اور غیر عادلانہ اور ظالمانہ معاشی نظام کی مرہونِ منت ہے۔ موجودہ نظامِ تعلیم کی اصلاح اور مروجہ غلط طریقِ انتخاب اور نظامِ معیشت میں انقلابی تبدیلیاں لائے بغیر منکرِ اعظم کا استیصال ممکن ہی نہیں۔ پائیدار تبدیلی کے لیے ان تمام پہلوؤں پر بیک وقت بھرپور انداز میں کام کرنے کی ضرورت ہے۔ اور اس کے لیے طویل المیعاد اور قلیل المدّت دونوں قسم کی منصوبہ بندی کی بے حد ضرورت ہے اور اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ اس مقصد کے لیے تمام مساعی کو مربوط، منضبط اور منظم کیا جائے اور حکمت اور صبر کی قوت سے بھرپور انداز میں کام لیا جائے۔

مجھے آپ کی صحت کا احساس ہے۔ اس طویل تحریر کے مطالعہ سے جو آپ کو زحمت ہوگی، اس کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ میں خود بھی کئی دنوں سے اضطراب کی کیفیت سے دوچار تھا۔ اسی اضطراب ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ یہ تحریر نوکِ زبان پر آگئی ہے۔ اور آپ کے ارشادات بھی اس کا سبب بنے۔ مناسب سمجھیں اور اگر مفید ہو تو.... ترجمان القرآن میں شائع کر دیں۔ دعاؤں میں یاد رکھیں۔